تنگدستی کا نقشہ پیش نہیں کر سکتے اور نہ ہی الفاظ دوسرے انسانوں کو کسی مفلس و نادار کی تکلیف کا احساس دلا سکتے ہیں ۔ روزہ ہر فارغ البال انسان کو فاقہ کش انسان کی بدحالی کا احساس دلاتا ہے ۔ اس احساس کی بیداری کے بعد روزہ دار کا فرض ہے کہ وہ معاشرہ کی معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے کی سعی کرے ۔ اپنی دولت کا کچھ حصہ ان لوگوں تک پہنچائے ۔ جنہیں اکثر پیٹ بھر کر اور بعض اوقات ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں آتا ۔ مگر اس کی صورت یہ نہیں کہ گھر پر کسی گدا نے صدا لگائی کہ " بھوکا ہوں" اس کی صدا کے جواب میں روٹی کا ایک ٹکڑا اس کی جھولی میں ڈال دیا اور خود کو اس خوش فہمی میں مبتلا کر لیا کہ بس فرض ادا ہو گیا ۔ فرض کی ادائیگی کا صحیح اور بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہر انسان اپنی کمائی میں سے اپنی ضروریات کے بعد دوسروں کی ضروریات کیلئے بھی کچھ نہ کچھ دے ۔ حضور ختمی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ " وہ شخص مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے لیکن اس کا ہمسایہ بھوکا ہوتا ہے ۔ لہذا اس مقصد کے حصول کیلئے اگر کوئی شخص سحر و افطار کے درمیانی اوقات میں کھانا نہیں کھاتا تو وہ صحیح معنوں میں احکام خداوندی کی تکمیل کرتا ہے ورنہ میرے خیال میں اس کا یہ عمل کھانے کے اوقات میں تبدیلی کے سوا کچھ نہیں ۔

اسلام کی بنیادی عبادات میں نماز، زکوۃ ، روزہ ، حج اور جہاد ہیں ۔ نماز وقت کی قربانی ہے تو زکوۃ مال کی ۔ حج مال اور وقت کی قربانی ہے ۔ ایک بامقصد اور فلاح طلب قوم کا ایک تربیتی مرکز جس میں احکام خداوندی کی روشنی میں اپنے منتہا و مقصود کو حاصل کرنے کے لئے تربیت حاصل کی جاتی ہے ۔ لیکن اس قربانی میں صرف صاحب مال حضرات ہی حصہ لے سکتے ہیں ۔ مگر روزہ براہ راست تمام نفوس انسانی کی اصلاح کرتا ہے ۔ اور جو نفوس اس اصلاحی تربیت سے بہرہ ور نہیں ہوتے ہرگز ہرگز جہاد فی سبیل اللہ کے قابل نہیں ہو سکتے ۔ جہاد رتبہ شہادت کے حصول کی دعوت ہے اور صرف شہید ہی کا وہ مقام ہے جس کی ضمانت قرآن دیتا ہے کہ وہ زندہ ہے ۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ ، ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنة ط (سورة التوبہ آیت ۱۱۱)
(اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئیے ھیں) گویا مومن جنت کا مستحق اسی وقت بن سکتا ہے جب جان و مال اللہ کی راہ میں لگا دے ۔ عام حالات میں روزہ ھی وہ حالت ہے جس میں مومن کی جان گھلتی ہے۔ مگر کامل جان و مال کا سودا جہاد فی سبیل اللہ میں ھوتا ہے۔ گویا یہ رمضان کے روزہ کا تکملہ ہے۔ کفرو اسلام کا وہ یوم الفرقان جو جنگ بدر کے نام سے موسوم ہے۔ رمضان ھی میں ھوا ۔ اور حقیقی عید کا لطف بھی انھی لوگوں نے اٹھایا جو اس میں کامیاب و کامران رھے ۔ فتح مکہ بھی رمضان ھی میں ھوئی تھی ۔

اس ماہ کی عظمت و احترام کے سلسلہ میں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم کے نزول کا آغاز ھوا ۔ قرآن حکیم جو انسانیت کیلئے ایک ابدی پیغام معاشرت ہے۔

★★★★★★★

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:1 (1981)

ایک علمی خـــط

بہ خدمت گرامی جناب محمد سمیع اللہ صاحب ، سکریٹری
ادارۂ تحقیقات اســـــلامـــی

مکرم و محترم ، وفقکم اللہ بالخیر ،
وعلیکم السلام و رحمة اللہ و برکاته ،

آپ نے مجھے جو نوٹ بہ عنوان ”ورکنگ پیپر“ ارسال فرمایا تھا وہ اس مراسلہ کے ساتھ واپس ارسال کر رہا ہوں۔ میں نے اس نوٹ کو دوبارہ غور سے پڑھا ۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں اس کے بارے میں کوئی وقیع رائے پیش کرنے کے قابل ہوں ، یہ معاملہ حسابی ترتیب و تنظیم کا ہے اور آپ لوگ اس معاملہ کو مجھ سے کہیں بہتر طریقہ پر سمجھتے ہیں اور بحسن و خوبی حل کر سکتے ہیں ۔ میں اس پر کیا رائے دے سکتا ہوں ۔

آپ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ اگر تنخواہیں قمری مہینوں سے ادا کی جائیں گی تو ایک سال میں زیادہ سے زیادہ ۱۲ یوم کی مزید تنخواہ کا بوجھ خزانہ پر پڑے گا ۔ اس لئے کہ شمسی سال قمری سال سے گیارہ یا بارہ دن بڑا ہوتا ہے۔ اس کا سادہ اور بغیر کسی الجھاوے کے یہ حل ہے کہ مقررہ تنخواہوں میں ایک دن فی مہینہ تنخواہ کم کر دی جائے ۔

میں آپ کی اس رائے سے متفق ہوں کہ تقویم ہجری کے اختیار کرنے کی صورت میں جن دقتوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ سب محض تخلیق واہمہ ہیں ۔ ایک بار جب ہجری تقویم کو اختیار کر لیا جائے گا تو اوہام کے یہ بادل سب کے سب چھٹ جائیں گے ۔ یہ صحیح ہے کہ رویت ہلال کی یقینی تاریخ متعین نہیں ہو سکتی لیکن رویت ہلال تقریبات مذہبی کے لئے

ضروری ہے ۔ عام حسابی ضرورت کے لئے تو ہر ماہ رویت ہلال کی عملی ضرورت نہیں ہے ۔ یہ سب کچھ حسابی طریقہ پر متعین کیا جا سکتا ہے ۔ رہا عملاً اور واقعۃً رویت ہلال کا ہونا تو اس کے لئے ہر جگہ مقامی رویت کو عبادات کے لئے مستند قرار دیا جا سکتا ہے ۔ جہاں تک خالص حسابی سال کا تعلق ہے شمسی سال کی پوری مدت بھی برابر، برابر کے بارہ حصوں پر اُسی طرح ناقابل تقسیم ہے، جیسے قمری سال کی مدت ۔ شمسی سال کو اس سلسلہ میں ذرہ برابر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے ۔

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے ۔ تمام مقامات اور تمام زمانوں کے لئے ۔ یہ کہاں ممکن ہے کہ مکہ مکرمہ کی اذان صبح کے مطابق انڈونیشیا میں نماز صبح ادا کی جائے ۔ ہاں مقامی عبادت حج مکہ مکرمہ کے افق کے مطابق ہی ادا ہوگی ۔ یہ کوئی نقص نہیں ہے، جس وقت ویٹی کن میں کرسمس کا گھنٹہ بجتا ہے ۔ اس سے تقریباً ۱۱ گھنٹے قبل ہی جزیرہ سخالین میں کرسمس کی عبادت ہو چکی ہوتی ہے ۔ اور جس وقت بنارس میں بسنت پنچمی کا اعلان ہوتا ہے ۔ ٹھیک اسی وقت ماریشس میں نہیں ہوتا ۔

اس بات کو ہجری تقویم کے سلسلہ میں پیش کرنا کچھ صحیح طرز عمل نہیں ہے ۔

دست فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
منطقی بحثوں کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو

آپ اپنی مساعی جاری رکھیں، کامیابی اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے ۔

والسلام، دعاء وفایق الاحترام

مخلص

عبد القدوس ہاشمی

★ ★ ★ ★ ★ ★

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:1 (1981)

تصحیح و استدراک

المختارات والے مضمون میں معتصم نعمانی کا نام غالباً دو جگہوں کے سوا ہر جگہ عاصم نعمانی ہو گیا ہے۔ عاصم نعمانی ان کے والد کا نام ہے" ۔

(محمد اجمل ۔ دھلی)(۱)

مکرم و محترم جناب ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی صاحب

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته

اپریل ۱۹۸۱ء کا فکر و نظر دیکھا ، خاص طور پر ذکر فراهی کے سلسلے کا مضمون " المختارات میں قسم الشعر" بغور پڑھا ۔ مولانا فراهی علیه الرحمة کی طرف منسوب حسب ذیل اشعار

قسماً بمن رفع السماء من غیــر حــی
و اختــار خیـــر الخلــق من آل لــوی

لـــــم ابنها طمــع الخلــود و انما
هـــی زینــه الدنیـــا لحـــی بعـــد حی

کی بابت معتصم نعمانی اور اجمل اصلاحی کے خیالات معلوم ہوئے ، مگر مجھے اول الذکر سے معناً اور آخر الذکر سے لفظاً اتفاق نہ ہو سکا ، یعنی لفظ تو اس شعر میں حی (بالحاء) صحیح ہے لیکن اس کے معنی ستون یا پایہ کے ھگز نہیں آتے ۔ حی کا لفظ فرج (شگاف) کے معنی میں کلام عرب میں پایا جاتا ہے اور اس

---

۱ ۔ یہ مضمون جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ "اپریل ۱۹۸۱ ع کے فکر و نظر میں صفحات ۴۷ تا ۵۱ پر ہے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ بات "غلط الکاتب" نہیں "خبط المصنف" کے قبیل سے ہے۔ کجھی سے سہو ہو گیا ہے ، قارئین اسے درست کر لیں ۔ معتصم نعمانی کو رسالہ بھیجا گیا لیکن انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی ۔ آدمی آدمی میں فرق ہوتا ہے۔

(اصـــلاحـــی)

شعر میں یہی معنی مراد ہے ، اور معناً اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے "ومالہا من فروج" جو آسمان ہی کے سلسلے میں ہے ، لہذا اس شعر میں لفظ حی (بالحاء) صحیح ہے ، عی پڑھنے کی ضرورت نہیں ۔ اصل میں معتصم نعمانی کو دھوکا آیت قرآنی "اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا" سے ہوا ہے ، اور اجمل اصلاحی کی اصلاحؒ کا باعث آیت قرآنی "وما مسنا من لغوب" کا مفہوم ہے ۔

آپ کو یہ سطریں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ اس حیثیت سے بھی غور فرما کر دیکھیں کہ بات بنتی ہے یا نہیں ۔

والسلام : عبد المجید ندوی(۲)

★★★★★★★

۲ ۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے پرنسپل مولانا عبد المجید ندوی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے ایک علمی مسئلے میں محض وضاحت اور افادہ کیلئے انڈیا سے خط لکھنے کی زحمت اٹھائی ۔ مجھے خود تحقیق کا موقع جب ملا تھا نہ اب ۔ اگر حی کے معنی شگاف یا دراڑ کے کلام عرب میں آتے ہیں تو پھر حی کو عی پڑھنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے ۔ بات مبرھن ہو جاتی اگر مولانا ندوی صاحب کلام عرب سے اس کی کوئی سند بھی بیان کر دیتے ۔ تحقیق ہم میں سے کسی نے نہیں کی اس لئے اختلاف پیدا ہوا ۔ بڑا میرا مقصد سر دست ان زبانی یاد داشتوں کو محفوظ کر دینا تھا ۔

(اصــلاحــی)